© rasailojaraid.com

مختار بن ابی عبید الثقفی

از
(ڈاکٹر خورشید احمد فارق - ایم - اے پی - ایچ - ڈی)

(۳)

مختار ۱ھ یا ۶۷ھ میں مرا، چاروں خلفاء کے عہد اس نے دیکھے، خلفاء کے متعدد گورنروں کی سیرت کا مشاہدہ کیا، عربوں کے مادہ پرستانہ رجحانات اور عرب قبائلی سرداروں کی رعونت، خود غرضی اور فتنہ پردازی کو برتا اور دیکھا، وہ ایک معاملہ فہم شخص تھا جس نے خاندانی عظمت یا قبائلی عصبیت یا شخصی پندار کی عینک سے دیکھنے کی بجائے ایک محقق اور متعلم کی نظر سے سارے سیاسی و اجتماعی حالات کا مطالعہ کیا تھا اس کو حضرت عمرؓ کی کامیابی کا راز معلوم تھا وہ حضرت عثمانؓ کی عدم مقبولیت کے اسباب سے واقف تھا حضرت علیؓ کی پونے پانچ سالہ خلافت کے پُر آشوب واقعات اس کے سامنے تھے اس نے معاویہ کے بیس سالہ دور آشتی کو بھی دیکھا اور اپنے ذہنی زاویے درست کئے وہ طائف میں پیدا ہوا مکہ اور مدینہ اور کوفہ سے جو عربوں کی سیاسی و مذہبی و خاندانی قوت و عظمت کے سرچشمے تھے اس کا گہرا ربط رہا وہ ایک سمجھدار شخص تھا جس کے دل میں ابھرنے اور چمکنے کی لگن لگی تھی لیکن وہ نہ کسی خاندانی عظمت کا مالک تھا نہ کسی قبائلی امتیاز کا جو عربی نظام زندگی میں قوت و اقتدار کے سنگِ بنیاد خیال کئے جاتے تھے، اس کی اولوالعزمی کا سارا دارو مدار اس کی اپنی معاملہ فہمی اور مجتہدانہ فکر و عمل پر تھا اس لئے اس نے ایک جج کی طرح سارے سیاسی و اجتماعی حالات کا مطالعہ کیا اور ان کے اسباب و محرکات کا سراغ لگانے کی کوشش کی اور پھر وہ سارے عناصر اس نے اخذ کر لئے جو پچھلے حکمرانوں کے لئے مفید ثابت ہوئے اور ان عناصر کو ترک کر دینے کا عزم کر لیا جن سے ان کو نقصان پہنچا تھا اور خود اس کے مقصد کو جن سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا

© rasailojaraid.com

کوفہ میں جو اس کی سربلندی کا زینہ اور تباہی کا گڑھا بنا تین قسم کے لوگ آباد تھے: ایک وہ قبائلی سردار اور ان کے ماتحت قبیلے جن کی زندگی کا مقصدِ اعلیٰ دولت اور اقتدار تھا اور جو ہر حاکم کے ساتھ ان دو کے عوض اپنی وفاداریوں کا سودا کرنے کو تیار رہتے، دوسرا گروہ ان مذہبی پیشواؤں کا تھا جو خود یا جن کے باپ کوفہ کے قرآنی و فقہی مدرسہ سے متعلق تھے یہ مدرسہ عبداللہ بن مسعودؓ (متوفی ۳۲ھ) کا قائم کیا ہوا تھا عبداللہ بن مسعود آنحضرتؐ کے قریب ترین صحابیوں میں تھے اور قرآن کی بڑی اچھی سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کوفہ کی عربی نوآبادی کو قرآنی و فقہی تعلیم دینے ان کو وہاں بھیجا تھا، حضرت عثمانؓ کے عہد تک یہ تعلیم دیتے رہے اور ان کے شاگرد شہر کے مذہبی پیشوا تھے، یہ لوگ قراء (قرآن خوان) کہلاتے فتوے نافذ کرتے ان میں قبائلی سیادت نہ تھی لیکن مذہبی پندار ضرور تھا، یہ کسی امیر کی وفاداری کے لئے ضروری سمجھتے تھے وہ ان کے ساتھ خاص التفات سے پیش آئے ان کی مذہبی حیثیت کو تسلیم کرے اور ان کے مذہبی نقطۂ نظر سے متفق ہی نہ ہو بلکہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو، بالفاظ دیگر ان کی عقیدت مندی کا مرجع ظاہری دینداری تھی، تیسرا گروہ غلاموں اور موالی کا تھا جن میں صرف مقاتل موالی (لائق جنگ) کی تعداد اس وقت بیس ہزار بتائی جاتی ہے یہ گروہ عربی آقاؤں کی خدمت و اطاعت کے لئے تھا۔ اسلام کا سرچشمہ قرآن عربی میں تھا رسول اللہ نبی اسلام عرب تھے اور اسلام کا نزول اولاً عربوں پر ہوا تھا غیر عرب کے لئے یہ حقیقت ایک مرعوب کن حقیقت تھی اس کو عربی سیاسی و اجتماعی استبداد نے اور زیادہ ہولناک بنا دیا تھا نتیجہ یہ تھا کہ غیر عرب مذہبی امور میں آنکھ بند کرکے عربوں کی پیروی کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور ہر دعوت پر جس کو مذہبی رنگ دے کر پیش کیا جاتا یہ لوگ بہت جلد لبیک پکار اٹھتے خاص طور پر وہ لوگ جن کا رجحان قرآن، حدیث اور ظاہری دینداری کی طرف زیادہ ہوتا ان غیر عربوں کے دل بہت جلد مسخر کر لیتے، دوسری طرف یہ لوگ کچھ تو اس وجہ سے کہ ان کی قوم میں حکومت کے موروثی ہونے کا تصور نہایت پرانا تھا کچھ اس وجہ سے کہ عربوں کی سیاسی و اجتماعی استبداد سے یہ نالاں تھے اور کچھ اس وجہ سے کہ حضرت علیؓ نے اپنے پورے پانچ سالہ دورِ خلافت میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تھا یہ لوگ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلافت کا حقدار اور اپنا محسن اہل بیت کو خیال کرتے تھے اور ہر اس تحریک میں شرکت کے لئے تیار تھے جو خلافت اہل بیت کو منتقل کرنے اٹھی ہو آخر میں حضرت حسینؓ کے قتل نے ان کو جذباتی طور پر خاندان رسول کا ہمدرد بنا دیا تھا۔

مختار ان تینوں گروہوں کے نفسیات سے خوب واقف تھا ان تینوں میں اپنے مقصد کے حصول کے لئے تیسرا گروہ اس کو سب سے زیادہ موافق نظر آیا۔ یہ گروہ اہل بیت کا معتقد اور حضرت علیؓ کا ممنون تھا۔ بنو امیہ کے استبداد سے نالاں اور اہل بیت کی طرف سے اٹھنے والی ہر تحریک کو لبیک کہنے کے لئے تیار۔ پہلا گروہ قبائلی سرداروں پر مشتمل تھا جن میں دولت و اقتدار کی خواہش کے ساتھ قبائلی رعونت، باہمی حسد، اور شورش پسندی کے خصائص تھے، جو کسی اصول کسی وفاداری کے پابند نہ تھے بلکہ وقتی دنیئی مفاد کے وفادار تھے ان لوگوں نے حضرت علیؓ، حسن، اور حسین کے ساتھ بدعہدی کر کے اپنا اعتبار کھو دیا تھا یہی بہت تھا اگر ان کے فتنہ انگیز رجحانات دبے رہتے مختار کی حکمت عملی ان سے اسی قدر چاہتی تھی، دوسرے گروہ کے ساتھ التفات برت کر، اس کی مذہبی قیادت کا اعتراف کر کے اور خود ظاہری دینداری کا مظاہرہ کر کے مطمئن کیا جا سکتا تھا اور مختار پوری طرح اس کے لئے تیار تھا لیکن اس کی قوت کا ستون تیسرا گروہ ہی بن سکتا تھا۔ یہ لوگ عربوں کے مقابلہ میں (چونکہ ان میں عربی رعونت نہ تھی) زیادہ وفادار، زیادہ ایمان دار اور زیادہ فرماں بردار تھے۔ ان میں نہ خاندانی پندار تھا، نہ قبائلی عصبیت ایک مہربان، مساوات پسند، دیندار اہل بیت سے دوستی رکھنے والا عرب ان کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر سکتا تھا، مختار میں یہ سارے صفات موجود تھے، مورخ مدائنی (بحوالہ انساب ۵/۲۲۳) کہتا ہے کہ ایک دن مغیرہ بن شعبہ (ان کا ہم وطن، ہم عصر معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر اور مختار بازار سے گذر رہے تھے کہ مغیرہ نے مختار سے کہا "سنو! مجھے ایک ایسا گروہ معلوم ہے کہ اگر کوئی سمجھدار شخص اس کو استعمال کرے تو بہت سے لوگوں کا دل موہ سکتا ہے اور ان کو اپنے گرد جمع کر سکتا ہے خاص طور پر عجمیوں کو (فارسی نژاد غلام و موالی جو عربوں کے زیر رہا ہیں اور ان کی ہر بات مان لیتے ہیں) مختار سنبھلے دریافت کیا وہ گر کیا ہے تو مغیرہ نے کہا خاندان رسول کی دعوت اور اہل بیت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انتقام کی تحریک: "مدائنی کہتا ہے کہ مختار نے مغیرہ کی بات گرہ میں باندھ لی۔

مذکورہ پالیسی کے علاوہ مختار نے ایک صفت اور اختیار کی یہ مذہبی و روحانی رنگ تھا اور اس میں وہ پورا اتار نکلا وہ بڑا زبان آور تھا، وہ مسجع گفتگو کرنے کا اس کو حیرت انگیز ملکہ تھا عربوں میں مسجع کلام کاہن اور الہامی لوگ استعمال کرتے تھے اور مختار کو اپنی مقصد برآری کے لئے پرواہ نہ تھی کہ کیا بننا پڑتا ہے اس کی زندگی کا سیاق سباق اس قسم کے بہروپ بھرنے سے ہم آہنگ بھی تھا، وہ اپنی روزمرہ زندگی میں عام خوش حال عربوں کے برخلاف ایک سنجیدہ دیندار آدمی تھا، بزور مسجع الہامی زبان وہ ہر ایسے موقع پر استعمال کرتا جس سے اس کی زندگی کے مشن کا تعلق ہوتا اور اس کی اس قابلیت سے اس کے سننے والے مرعوب ہوتے تھے قید سے پہلے قید خانہ کے اندر اور قصر امارت میں داخل ہوتے وقت تک اس نے ایک مکمل الہامی شخص کی سی سیرت رکھی اور اپنے ساتھیوں کو اپنے اس رنگ سے خوب متاثر کیا محل کے محاصرہ سے پہلے گورنر کی فوجوں سے جب اس کا مقابلہ ہو رہا تھا تو وہ روزہ رکھے تھا بعض لوگوں میں اس موضوع پر گفتگو ہوئی کسی نے کہا: امیر روزہ نہ رکھتے تو فوجوں کی کمان زیادہ اچھی کر سکتے؟ اس پر ایک دوسرا بولا: امیر معصوم ہیں ان کے بارے میں ایسی بات نہ کہو، وہ اچھے برے کو تم سے بہتر سمجھتے ہیں ابن سبا کی تحریک کی بدولت حضرت علیؓ کی غیب دانی اور الہامیت کے بہت سے قصے کوفہ کے شیعوں اور ضعیف الاعتقاد موالی میں مشہور تھے، مثلاً یہ قصہ کہ صفین کے محاذ پر جاتے وقت مقام کربلا پہنچ کر انھوں نے حضرت حسین سے کہا تھا کہ اس جگہ اہل بیت مارے جائیں گے یا مقام نہروان میں خوارج سے مقابلہ کے موقع پر پستان والے خارجی کی بابت ان کی پیشین گوئی کا ثابت ہونا مختار نے حضرت علیؓ کے اس کردار کی نقالی کی وہ اپنی بلند بانگ سجع میں آنے والے واقعات کی پیشین گوئیاں کرتا اور اپنے ساتھیوں بالخصوص غلام و موالی کو ان کے ذریعہ خوشحالی و کامیابی کی بشارتیں سناتا اور ان کے دلوں کو گرماتا۔

جب اس کو حکومت حاصل ہو گئی اور بیرونی دشمنوں سے عسکری مقابلہ کا مسئلہ درپیش ہوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو اس کو یہ بہروپ زیادہ بڑھانا پڑا، شام، بصرہ اور حجاز سے اس کا مقابلہ تھا اور اس کے لئے نہ صرف یہ کہ بڑی فوجی قوت کی ضرورت تھی بلکہ اپنی افواج کی اخلاقی توانائی کو خاص طور پر شام کی خوفناک فوجوں کے مقابلہ میں جن کی شمشیر براں کا اہل کوفہ کو صفین اور پھر توابین کی تباہی میں کافی تجربہ ہو گیا تھا برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھی کہ وہ ظاہر کرتا کہ فوق الانسان قوتیں اس کے تابع ہیں جن کی مدد سے وہ ناقابل تسخیر ہے اس کی روحانی نظر اتنی تیز ہے کہ مستقبل کے پردوں کو چیر کر آنے والے واقعات تک پہنچ جاتی ہے، وہ کاہن کے درجہ سے بلند ہو کر نبی کے درجہ تک پہنچ گیا اور گو کہ شاید اس نے کبھی نبوت یا کہانت کا دعویٰ نہیں کیا وہ ہر نفسیاتی موقع پر ایسی تقریریں اور باتیں خوب کرتا جو اس کی غیب دانی پر دلالت کرتیں بعض روایتوں سے تو اس بات کی بھی تصریح ہوتی ہے کہ وہ خود کو نبی یا نبی صاحب وحی سمجھتا تھا انساب الاشراف ۵/۲۳۶ نے لکھا ہے کہ وہ اپنی لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہتا تھا صلی اللہ علی عیسیٰ بن مریم اس کی تشریح کرتے ہوئے مختار کے بعض مقربین نے کہا کہ مختار کہتا تھا کہ یہ لڑکی مسیح بن مریم سے بیاہی جائے گی:

اس روحانی بہروپ میں حضرت علیؓ کی کرسی بہت کام آئی۔ حضرت علیؓ کی بہن کے پوتے نے جس کو روپیہ کی سخت ضرورت تھی ایک کرسی مختار کو لاکر دی اور کہا کہ حضرت علیؓ کے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ (یعنی لانے والے کا باپ اس پر بیٹھا کرتا تھا یہ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ حضرت علیؓ کا غیبی روحانی علم اس میں اتر کر گیا ہے۔ مختار نے بارہ ہزار درہم اس کو بطور انعام کے دئیے اور جامع مسجد میں کرسی رکھوا کر ان الفاظ میں اس کا تعارف کیا: "پچھلی قوموں میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوا جس کے مثل یہ ہماری قوم میں واقعات نہ ہوئے ہوں بنو اسرائیل کے یہاں تابوت تھا جس میں آل موسیٰ کا باقیماندہ علم سمو گیا تھا یہ کرسی ہمارے ہاں تابوت کی طرح ہے۔" اس پر ریشم کا غلاف چڑھا دیا گیا یہ مقدس ترین چیز بن گئی بلکہ اس کے لئے ادارہ کا لفظ زیادہ موزوں ہے مختار کے بعض مقربین اس کے مجاور بنے، مشہور صحابی ابو موسیٰ اشعری کے لڑکے اس کے نگران مقرر ہوئے اس میں حضرت علیؓ کا علم حلول کر گیا تھا یہ غیبی قوتوں کا سرچشمہ تھی ہر خطرہ اور مصیبت میں اس سے مدد مانگی جاتی تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بانی اس کی وساطت سے برسوایا جاتا جنگ کے موقع پر اس سے نصرت طلب کی جاتی، جب مختار کی فوجیں محاذ کی طرف نکلتیں تو آگے آگے کوفہ سے کچھ دور تک ایک بھورے خچر پر جس کے دائیں بائیں مجاور انتہائی احترام سے اسکو پکڑے ہوئے چلتے یہ جاتی پھر لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوکر گڑگڑاتے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتے اس کو خدا کی طرح مخاطب کرتے، اس کا طواف کیا جاتا اس کی معرفت نزول وحی ہوتی[1] پھر فوج آگے بڑھ جاتی اور کرسی کوفہ واپس آجاتی[2] اب فوجوں اور کوفہ کے شیعوں کو کامیابی کا یقین ہو جاتا اس کرسی کے ظاہر ہونے کے بعد مختار کی پہلی جنگ شام کی فوجوں سے جو ابن زیاد کی قیادت میں عراق پر چڑھی آرہی تھیں ہوئی مختار کی فوجیں مذکورہ طریقہ پر کرسی سے استعانت کر کے مقابلہ پر آئیں اتفاق کی بات کہ جنگ میں شامیوں کا بڑا جانی نقصان ہوا اور ان کو مکمل شکست ہوئی اس واقعہ نے شیعوں کو کرسی کی کرامت کا حد کفر تک معتقد کر دیا تھا[3] اس وقت بعض ذی اثر سمجھدار لوگوں نے اعتراض کیا تو کرسی چھپا دی گئی لیکن انساب ۲۴۲/۵ میں تصریح ہے کہ مختار کے ساتھی اس کے قتل تک کرسی سے رجوع کرتے رہے۔

ایک معزز عرب کا بیان ہے کہ میں مختار سے ملنے گیا تو دو تکیے اس کے سامنے رکھے تھے مجھے دیکھ کر اس نے غلام کو آواز دے کر میرے لئے تکیہ منگوایا میں نے کہا یہ تکیے کس کے لئے ہیں مختار بولا ایک سے ابھی جبریل دوسرے سے میکائیل اٹھ کر گئے ہیں[4]

کوفہ کے غیر شیعی سرداروں کی شکست کے بعد اس کا ذکر بعد میں آئے گا، ایک مجرم قید ہوکر آیا اور مختار کو خوش کرنے کے لئے کہنے لگا: میں نے کوفہ والوں سے آپ کی جنگ میں دیکھا کہ فرشتے ابلق گھوڑوں پر آپ کی طرف سے لڑ رہے ہیں، مختار نے اس کو حکم دیا کہ سب کے سامنے منبر سے اس بات کا اعلان کرے اس نے ایسا ہی کیا شیعوں کے دلوں میں مختار کی عظمت بڑھ گئی مجرم کو چھوڑ دیا گیا[5]

---

[1] طبری ۱۴۵/۷ [2] انساب الاشراف ۲۴۲/۵ [3] طبری ۱۴۰/۷ [4] انساب ۲۳۳/۵

[5] انساب ۲۲۴/۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نقیب شعبی نے ایک قصہ بیان کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر شیعے (عرب اور غیر عرب) مختار کو غیب داں سمجھتے تھے۔ شعبی کہتے ہیں میں مختار کی افواج کے ساتھ مدائن میں تھا (شامی فوجوں کے مقابلہ میں مختار نے ابن الاشتر کی کمان میں فوجیں بھیجی تھیں جن کا مقابلہ دشمن سے بمقام خازر ہوا کوفہ میں لوگوں نے خبر مشہور کر دی کہ ابن الاشتر قتل ہوا اور شامی فتح کا پرچم لہراتے ہوئے کوفہ آرہے ہیں' مختار فوراً ایک فوج تیار کر کے کوفہ سے روانہ ہوا اور مدائن شہر میں جو شامی افواج کے راستہ میں پڑتا تھا فروکش ہوا۔ شعبی کے قصہ کا یس منظر یہ ہے) اور اپنی الہامی تقریروں سے فوج کا دل بڑھاتا تھا جب کہ وہ ایک تقریر میں ہم کو بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرنے اور اہل بیت کا انتقام لینے کی تلقین کر رہا تھا اس کے پاس شامیوں کی شکست اور ابن زیاد (سپہ سالار) کے قتل کی خبر پہنچی مختار نے باغ باغ ہو کر کہا: "اے خدائی فوجدارو کیا میں نے تم کو پہلے ہی اس بات کی بشارت نہ دے دی تھی؟ سب نے عقیدت سے کہا دے دی تھی اس وقت قبیلۂ ہمدان کے ایک عربی نے جو میرے پاس بیٹھا تھا مجھ سے کہا شعبی اب بھی تم کو یقین آیا" (یعنی مختار کی غیب دانی کا) میں نے کہا کس بات کا کیا اس بات کا کہ مختار غیب داں ہے، میں تو ہرگز یہ یقین نہیں کرونگا" وہ بولا کیا انھوں نے پیشین گوئی نہیں کی تھی کہ شامیوں کو شکست ہو گی؟" میں نے کہا انھوں نے تو دعویٰ کیا تھا کہ نصیبین (جو جزیرہ کا شہر ہے) میں ایسا ہوگا اور شکست ان کو خازر میں ہوئی (موصل کا علاقہ) وہ شخص کھسیا کر کہنے لگا "شعبی تم اس وقت تک ایمان نہ لاؤ گے جب تک عذاب الیم تم پر نازل نہ ہوگا"۔[1] یہ واقعہ ۶۷ھ کا ہے جب کہ مختار کا آفتاب اقبال اپنے نصف النہار پر تھا۔

مروج الذہب کے مصنف مسعودی نے مختار کی پالسی اور مذہبی بہروپ کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں "کوفہ میں مختار کی طاقت خوب بڑھ گئی ان کے معاونین کی تعداد بڑھ گئی بہت سے لوگ اس سے آملے وہ لوگوں کو ان کی عقل اور حیثیت کے مطابق دعوت دیتا تھا بعض لوگوں کو محمد بن الحنفیہ کی امامت کے نام پر اپنی تحریک میں بلاتا اور جو لوگ اہل بیت سے خاص عقیدت نہ رکھتے ان سے کہتا

---

[1] طبری ۱۴۵/۵، انساب ۲۵۰/۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ اس پر وحی آتی ہے اور جبریل غیب کی باتیں اس کو بتاتا ہے۔"

بلاذری نے انساب الاشراف میں مختار کے متعدد سجعات پیش کئے ہیں جو قرآنی یا الہامی اسلوب میں ہیں جن کو وہ نفسیاتی موقعوں پر اپنے متبعین یا مخالفین کو مرعوب و مدہوش کرنے کے لئے استعمال کرتا تھا ان میں سے ایک سجع جو اس کی روحانی پوزیشن کی تلخیص ہے ذیل میں مترجم پیش کیا جاتا ہے[1]

"قسم ہے بلد امین کے رب کی، طور سینین کی حرمت کی میں کمینہ شاعر کو قتل کر کے رہوں گا جس کا نام اعشی ہے (یعنی مشہور واقعہ نگار شاعر اعشی ہمدان) جس پر میں نے احسان کیا لیکن اس نے احسان فراموشی کی پہلے میری پیرزنی کی بعرب: فانی پر تی کل پچھاڑ کر اس کو ذبح کیا جائے گا پھر جہنم رسید ہوگا اور عذاب اکبر کا مزہ چکھے گا تباہی آئے گی ابن ہمام لعین پر جس کا تعلق بنو اسد سے ہے جو شیطانوں کے دوست ہیں اور کافروں کے احباب جنہوں نے میری طرف جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں اور میرے اوپر بیہودہ بہتان گڑھے ہیں انھوں نے مجھے کذاب کا لقب دیا ہے حالانکہ میں سچا اور معتمد آدمی ہوں انھوں نے میرا نام کاہن رکھا ہے حالانکہ میں عجیب فاروق ہوں کھلے بر ے میں بڑا تمیز کرنے والا صاحب کرامات"

اس کا سب سے بڑا ثبوت کہ مختار یا بلاذری سے خود کو نبی سمجھتا تھا نہ کاہن بلکہ اپنی مقصد برآری کے لئے کچھ تو شیعوں کی شریع اعتقادی از اہل بیت سے ان کی غیر معتدل عقیدتمندی اور کچھ ان کی عدم اعتمادی اور متلون مزاجی کے پیش نظر کبھی کاہن کے رنگ میں، کبھی غیب دانی کے روپ میں اور کبھی نبی کی شان سے جلوہ گر ہوتا تھا وہ اعتراف ہے جو دشمن کے آخری مقابلہ سے پہلے اس نے اپنے ایک مقرب ساتھی سے کیا۔ یہ وہ موقع ہے جب مصعب بن زبیر کی فوجیں اس کے محل کا محاصرہ کئے ہیں اس کا اقبال مائل بہ زوال ہے اس کے بہروپ کا پول کھل چکا ہے اس کی غیب دانی کی بلی تھیلی سے باہر آچکی ہے اس کے ساتھیوں کے حوصلے پست ہو چکے ہیں، لڑنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے سے وہ دل چرانے لگے ہیں ایک ماہ سے زیادہ وہ جمود کی حالت میں رہتا ہے پھر کفن پہن کر اپنے مقرب جانبازوں کے ساتھ محل سے نکلتا ہے اس وقت وہ اپنے ایک مقرب

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۳۶ [2] طبری ۶

© rasailojaraid.com

ساتھی سے جس کا نام سائب ہے کہتا ہے بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے کیا کریں"۔ سائب: "اصل میں رائے تو آپ کی رائے ہے میں کیا کہہ سکتا ہوں"۔ مختار: "نہیں رائے دراصل خدا کی ہے تم احمق ہو جو ایسا کہتے ہو ارے بیوقوف میری حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ میں ایک بڑا عرب ہوں، میں نے دیکھا کہ ابن زبیر حجاز پر قابض ہو گیا، مروان شام پر، نجدہ (خارجی لیڈر) یمامہ پر میں بھی کسی عرب سے کم نہ تھا میں نے ادھر کے علاقوں پر قبضہ کر لیا فرق اتنا ہے کہ میں نے اہل بیت کے انتقام کا بیڑا اٹھایا جب دوسرے عرب ادھر سے غافل تھے اور ان کے قتل میں شرکت کرنے والوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا"۔[1]

اس کے بارے میں ایک قصہ بیان کیا گیا ہے جو نہایت دلچسپ ہونے کے علاوہ اس کے بہروپ اور شعبی نفسیات ورجحانات کا ترجمان بھی ہے اس قصے کا راوی (یہ بعض روایتی اختلاف سے پہلے بیان ہو چکا ہے) حضرت علیؓ کی بہن کا پوتا کہتا ہے کہ میرے پاس روپیہ ختم ہو گیا تھا ایک دن میں گھر سے نکلا تو اپنے پڑوسی تیلی کے ہاں ایک کرسی دیکھی جس پر میل کچیل جمع ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا چلو اس کے بارے میں مختار سے جا کر چال چلیں میں گھر لوٹ گیا اور تیلی سے کرسی منگوائی پھر مختار کے پاس آیا اور اس سے کہا میں پہلے تو ایک بات آپ سے کہنا جائز نہیں سمجھتا تھا لیکن اب مجھے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کہہ دوں"۔ جب اس نے وہ بات پوچھی تو میں نے کہا: "میرے پاس ایک کرسی ہے جس پر جعدہ بن ہبیرہ (یعنی حضرت علیؓ کے بھانجے اور راوی کے باپ) بیٹھا کرتے تھے۔ یہ اشارہ اس طرف تھا کہ اس میں حضرت علیؓ کے علم روحانی (فیض) کا (جیسا کہ سبائی ذہنیت والوں کا عقیدہ تھا) اثر ہے مختار نے تعجب سے کہا، تعجب ہے تم نے آج تک یہ بات نہیں بتائی، اسے ابھی منگواؤ، ابھی منگواؤ: کرسی کو دھویا جا چکا تھا میل کچیل کے نیچے کی لکڑی تیل پینے سے خوب چمکدار ہو گئی تھی یہ کپڑے سے ڈھانپ کر لائی گئی مختار نے مجھے بارہ ہزار درہم (تقریباً چھ ہزار روپے) انعام دئے، اس کے بعد جامع مسجد میں لوگوں کو جمع کیا اور کرسی کا تعارف کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا پچھلی قوموں میں کوئی بات ایسی نہیں ہوئی جو ہمارے اندر موجود نہ ہو بنی اسرائیل کے پاس ایک تابوت تھا جس میں آل موسیٰ اور ہارونؑ کا باقی ماندہ علم حلول کئے ہوئے تھا اسی طرح ہمارے پاس بھی ایک چیز ہے"۔ یہ کہہ کر اس نے کرسی کا غلاف ہٹانے کا حکم دیا، غلاف ہٹایا گیا اور سبائی ذہنیت کے لوگوں نے کھڑے ہو کر نہایت عقیدت سے ہاتھ اٹھا کر تین بار تکبیریں کہیں[2]۔ (باقی آئندہ)

---

[1] طبری ۱۵۵/۷ [2] بعض راویوں نے کرسی کا واقعہ دوسرے انداز سے پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن مختار نے کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد جعدہ بن ہبیرہ (حضرت علیؓ کے بھانجے) کے لڑکوں سے کہا کہ علی بن ابی طالب کی کرسی مجھے لا کر دو انھوں نے کہا ہمارے پاس نہیں ہے نہیں اس کا پتہ معلوم ہے مختار نے کہا احمق مت بنو جاؤ کرسی لا کر دو اس سے انھیں رشتہ داروں نے نتیجہ نکالا کہ وہ محض کرسی چاہتا ہے مجبوراً کرسی بھی لا کر دیں گے اس کو منظور کرے گا چنانچہ انھوں نے ایک کرسی لا کر دی اور کہا کہ یہ حضرت علیؓ کی ہے مختار نے منظور کر لیا اس کے بعد اس کے مقربین نے اس پر حریر و دیباج کا غلاف چڑھا دیا یہ سین دیکھ کر ایک معزز عرب شبث بن اسبعی نے بطور احتجاج کہا "مصر کے لوگو کافر نہ ہوتے جاؤ" لوگوں کی عقیدت کا پارہ اتنا بلند تھا کہ اس غریب کو دھکے دے کر مسجد سے نکال دیا گیا طبری ۱۴۰/۷